اُسوۂ حسنہ اور ہماری زندگی

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل[1]

کلیدی کلمات: اُسوۂ حسنہ ،اسلامی شریعت ،خاتم الانبیاء، رحمۃ للعالمین، واقعات سیرت

خلاصہ :

انسان ایک غیر فانی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی مادی اور روحانی دونوں ضروریات کا بندوبست کر رکھا ہے۔ اسلام کے مطابق انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے انسانوں کو ایک نمونہ عمل (Role model) کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ نے تمام اقوام وملل کو اپنے انبیاء کی شکل میں ہادی عطا کئے، لیکن سابقہ انبیاء اور ان کی شریعتیں دائمی ضرویات پوری نہیں کرتیں اس لئے ایک آخری نبی اور شریعت عطا کی گئی۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تھا جبکہ مجھے تمام کالوں اور گوروں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ حدیث نبوی کے مطابق آپ ؐ پر سلسلہ نبوت تمام ہوا ہے۔آپ ؐ کو خالق کائنات نے تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل اور اُسوہ حسنہ قرار دیا ہے اُسوہ حسنہ ایک مکمل نظام اور نمونۂ حیات ہے یہ دائمی چشمۂ ہدایت ہونے کی وجہ سے زمان ومکان سے بالاتر ہے۔ حدیث نبوی میں ان تمام حوادث وواقعات اور حالات کو شامل کیا جاتا ہے جو عہد رسالت میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ ہر مسلمان اپنے خالق کی رضا اُس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا، جب تک وہ اس کے آخری نبی کی مکمل اطاعت نہیں کرتا۔ اس مقالے میں یہ حقیقت پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ واقعات سیرت ایسی زندہ حقیقیت ہیں جن سے استفادہ کرکے انسانی زندگی کے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں۔ یہ واقعات ایسا عملی نمونہ ہیں ،جن سے انسانی زندگی کے عصری اور مستقبل کے مشکلات کو کم کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ نیز ان کے گہرے مطالعہ سے انسان کے فکری، سائنسی، فنی، روحانی اور ترقی کے موضوعات کو جلا بخشی جاسکتی ہے۔

جسم وروح کے اتصال سے زندگی وجود میں آتی ہے۔ جب انسانی زندگی قائم ہوجاتی ہے۔ تو وہ سدا قائم رہتی ہے اور اسے کبھی فنا نہیں آتی۔ چنانچہ لَا یَمُوتُ فِیھَا وَلَا یَحْیَی۔ یعنی: جس میں نہ مرے نہ جئے (1) کا یہی مقصد ومنشاء ہے کہ انسانی زندگی دائمی ہے اور یہ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ اور بات ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف مراحل ہوتے ہیں اور یہ زندگی ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہوتی رہتی ہے اور جدید تجربات اور نئے حالات وکوائف سے گزرتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ امر بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات ہے، وہ رب العالمین ہے وہی ہدایت کا مصدر ومنبع ہے اور وہی "إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ " یعنی: یقیناً یہ نہیں کہ تم جسے چاہو اپنی طرف سے ہدایت کردو جبکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے وہ خود ہدایت دیتا ہے (2) کا مستحق اور سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ مالک کون ومکان جسم اور روح کے باہمی اتصال سے انسانی زندگی پیدا کرتا ہے تو وہ حدیث نبوی کی رو سے انسان کی غذا بھی مقرر کردیتا ہے اور اس کی ہدایت کا سامان بھی فراہم کردیتا ہے۔

چنانچہ ہمارا مشاہدہ کہ خالق کائنات نہ صرف جنین کو اس کی ماں کے ذریعے سے کھانے پینے کی تمام سہولتیں فراہم کرتا ہے اور اس کی دیکھ بھال اور نشوونما کرتا ہے۔ بلکہ ہر انسان کا مقررہ رزق بھی اسے زندگی بھر مہیا کرتا رہتا ہے بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی روح کی ہدایت تربیت، بالیدگی اور نشوونما کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ جس طرح مادی طور پر جنین کی مادی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حقیقی منبع رشد وہدایت اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے روحانی رہنمائی کا بھی پورا بندوبست کر رکھا ہے۔ چنانچہ ہر پیدا ہونے والی انسانی روح نے "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى " (3) یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور وحدانیت کا اقرار کر رکھا ہے۔ بلکہ حدیث نبوی ﷺ کی رو سے ہر بچہ ہر بچہ اپنی فطرت سلیمہ یعنی فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ (4) وہ نہ صرف موحد ہوتا ہے بلکہ روحانی طور پر مستحکم

---

[1] ۔ سابق استاد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ومضبوط ہوتا ہے۔ مزید برآں جس طرح مادی غذا کے استعمال سے نو مولود پروان چڑھتا ہے۔ اسی طرح اپنی پیدائش کے دن سے ہی وہ قرآن مجید اور سنت نبوی سے آشنا ہو کر روحانی بالیدگی اور تقویت بھی حاصل کرتا رہتا ہے۔

ہمیں اس حقیقت کا بھی ادراک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لئے بے شمار غذائی اجناس اور متنوع غذائیں اس کائنات میں فراہم کر رکھی ہیں اور ہر انسان جنین کی سطح سے لے کر اس کائنات سے دوسری دنیا میں منتقل (Shift) ہونے تک ان سے کماحقہ استفادہ کرتا رہتا ہے اور غذا کے بغیر وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی روحانی حاجت براری کا بھی پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔ چنانچہ ایزد تعالیٰ نہ صرف براہِ راست خود انسان کی روحانی رہنمائی، تربیت اور نشوونما کرتا ہے۔ بلکہ اسی علیم و خبیر اور قادر مطلق نے اس حیوان ناطق کی روحانی رہنمائی کے لئے نبوت ورسالت کا بھی مضبوط اور مستحکم سلسلہ انسانوں کو عطاء کیا ہے بلکہ انسان کی ہدایت، رہنمائی اور روحانی تقویت کے لئے کتب اور صحیفے بھی نازل فرمائے ہیں۔ تاکہ جس طرح انسان بھوک وپیاس محسوس کرکے ان کے تدارک کے لئے تگ ودو کرتا ہے۔ اسی طرح جب وہ اپنی روحانی قوت میں کوئی کمی یا کمزوری محسوس کرے تو وہ ابدی ہدایت کے ان سرچشموں سے رہنمائی حاصل کرے اور ان کے روح پرور پیغام سے استفادہ کرکے اپنی روحانی پیاس بجھائے اور اپنی روحانی بالیدگی کا سامان بہم پہنچائے۔

دیگر نظام ہائے زندگی اور دیگر الہامی وغیر الہامی مذاہب کے برعکس اسلام دین ودنیا میں کوئی فرق یا تضاد روا رکھتا ہے۔ نہ وہ روحانیت اور مادیت کے مابین کوئی خط متارکہ (Line of Derkation) کھینچتا ہے نہ ہی ان دونوں میں افراط وتفریط کا قائل ہے اور نہ ہی اسلام روحانیت اور مادیت کو ایک دوسرے پر فوقیت یا ترجیح دیتا ہے۔ بلکہ وہ عدل وانصاف اور اعتدال کے ساتھ ان دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دین ودنیا اور دین وریاست میں کوئی مغایرت یا جدائی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہوتے ہیں کیونکہ دین ایک نظام حیات ہونے کی حیثیت سے اسی دنیا میں اسی زمین پر نافذ ہوتا ہے۔ نیز ریاست ہی ایک ایسا دائرہ اور ایسا محل وقوع ہوتا ہے، جس میں دینی نظام برپا کیا جاتا ہے۔ اگر دین ہے، لیکن اس لئے جائے نفاذ نہ ہو تو انسان اس کے مفادات اور برکات سے محروم رہے گا نیز اگر روئے زمین ہو، ریاست بھی قائم ہو اور اس کے باشندے اپنے لئے نظام زندگی کے طور پر دین کی نعمت سے بہرہ ور نہ ہوں تو انسانی زندگی بے سود اور بے کیف ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید نے " رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً" (5) یعنی "اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے جیسی دعا سکھا کر انسانوں کو یہ درس دیا ہے کہ انسان اپنی موجودہ زندگی میں دنیا سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ بلکہ اسی دنیا میں اس کے لئے عدل وانصاف پر مبنی پارسانہ زندگی (Life With Piety) گزارنے کے لئے دین ناگزیر ہے۔ جو انسانی زندگی کا لائحہ عمل (Manifists) بھی ہے اور آخرت کی کامرانی (Salyation) کی واحد کلید بھی ہے۔

انسانی زندگی کے کئی پہلو اور متنوع عناصر ہوتے ہیں۔ انسانی زندگی جنین سے شروع ہوتی ہے۔ وہ عموماً وہ بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مراحل سے گذر کر اپنی آخری منزل میں داخل ہوتی ہے۔ جو اس کا ابدی ٹھکانہ ہے۔ اسی طرح انسانی حیات، خوشیو غمی تندرستی وبیماری، سرد و گرم چکھنے، موافق اور نامساعد حالات کے پیش آنے، نیز وہ آزادی اور پابندیوں سے عبارت ہوتی ہے۔

مزید برآں کبھی انسانی خوشحال کی زندگی بسر کرتا ہے تو کبھی وہ تنگ دستی اور بدحالی کا شکار ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کو زندگی گذارنے کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے تو کبھی وہ پابند سلاسل ہو کر قید وبند کی صعوبتیں جھیل رہا ہوتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اسے اس طرح کی صورت حال بھی دوچار ہونا پڑتا ہے کہ زمانہ اس کے خلاف کچھ اُلٹی ہی چال چل رہا ہوتا ہے اور تمام تر سہولتوں کی دستیابی اور مالی آسودگی کے باوجود انسانی زندگی رنج والم کی تصویر اور غم ودکھ کا مرقع بنی ہوتی ہے۔ داناؤں کا قول ہے کہ زندگی غموں کے مجموعے اور چند وقتی خوشیوں سے عبارت ہوتی ہے۔ ان بدلتے ہوئے رویوں اور زندگی کی بوقلمونیوں میں انسان کس طرح اپنی دنیوی زندگی بسر کرے۔ اچھے برے حالات میں کیا لائحہ عمل اختیار کرے؟ کس نظام پر بھروسہ کرے؟ اور کس شخصیت کو اپنا خضر راہ اور قائد ورہنما قرار دے؟ اس طرح کے لامتناہی سوالات کا جواب اور حل تلاش کرنے کے لئے اُسے کسی نہ کسی رہنما اور رہبر کی یقیناً ضرورت ہوتی ہے۔

جس طرح انسانی زندگی بہت سے مراحل اور متنوع عناصر سے عبارت ہوتی ہے۔اسی طرح انسانی زیست کو اپنا وجود برقرار رکھنے اور اس میں متوازن روانی پیدا کرنے کے لئے بھی بہت سی ضروریات درپیش ہوتی ہیں۔ یہ ضرورتیں وقتی بھی ہوتی ہیں اور دیر پا بھی۔ یہ روحانی بھی ہوتی ہیں اور مادی بھی۔ان کا تعلق دینوی، اخروی زندگی یا بیک وقت ان دونوں سے بھی ہوتا ہے۔ان انسانی ضرورتوں کا تعلق کبھی انسان کی اپنی ذات سے ہوتا ہے کبھی اپنے اپنائے جنس سے، کبھی اپنے خالق سے اور کبھی ایک ہی وقت میں یہ ضرورتیں ان سب انواع واقسام پر محیط ہوتی ہیں۔اس طرح ان انسانی ضرورتوں کا دائرہ کار محدود بھی ہوتا ہے اور وسیع تر بھی۔ جو افراد، اداروں، ریاست، ریاستوں اور بین الاقوامی سطحوں تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ نیز انسانی ضرورتوں کی تکمیل اور مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے انسانوں کو ایک نمونہ عمل (Role model)کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس نے انسانی زندگی کا سرد و گرم چکھا ہو، انسانی ضرورتوں سے دوچار ہوا ہو اور انسانی حدود میں رہتے ہوئے ان ضرورتوں کی تکمیل کی ہو اور ان مشکلات پر قابو پایا ہو نیز اس نمونہ عمل کی اتباع کرکے اپنی دنیا اور آخرت سنواری ہو۔

خالق کائنات نے جس طرح انسان کی مادی ضرورتوں کی تکمیل کا اہتمام کیا اور اس کائنات کی ہر چیز کو انسان کے تابع کردیا اور " هُوَالَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّافِي الأَرْضِ جَمِيعاً" (6) یعنی: وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا، کہہ کر اس کائنات کی تمام اشیاء کو انسان کا خادم اور خدمت گذار بنادیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے "أَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُم مَّافِي السَّمَاوَاتِ وَمَافِي الْأَرْضِ" (7) یعنی: بے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کام لگائے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے کے ذریعے سے تمام آسمانی اور زمینی مخلوقات کو انسانی ہدایت، انسانی رہنمائی اور انسانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے وقف کردیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے معبوث کردہ انبیاء ورسل، اس کی نازل کردہ کتب اور صحیفے اس کی نورانی مخلوق فرشتے نیز آسمان پر موجود لوح و قلم انسانی خدمت کے چند آسمانی عناصر ہیں جو انسانی خدمت پر مامور ہیں۔

"وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" (8) یعنی ہر قوم کے لئے ہادی اور رہنما ہوتے ہیں کی رو سے خالق کائنات نے تمام اقوام وملل کو اپنے انبیاء اور رسولوں کی شکل میں ہادی اور رہنما عطا کئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے اس کائنات میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ جن میں سے 313 رسول بھی تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب اور صحیفے عطا کئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو نئی شریعتیں بھی عطاء کیں تاہم یہ انبیاء، رسل، کتب اور صحیفے نہ صرف اپنی اپنی قوم میں مبعوث اور نازل ہوئے۔ بلکہ ان کی کتب، ان کے صحیفے اور ان کی شریعتیں بھی محدود افراد، محدود خطوں اور محدود اوقات کے لئے جاری ہوتی تھیں اور ان کے اپنے اپنے انبیاء ورسل کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ہی وہ سب غیر موثر ہوجاتے تھے اور ان کی جگہ یہ پورا نظام نئے سرے سے نازل، استوار اور نافذ ہوجاتا تھا۔ اس لئے کسی ایسے نمونۂ عمل کی اشد ضرورت انسانوں کو درپیش رہی جو مکمل بھی ہو، محفوظ بھی ہو، انسانی ضروریات کی تکمیل بھی کرتا ہو اور انسانوں کے لئے زمان ومکان کی قیود سے بالاتر ہو کر قابل عمل بھی ہو۔ جبکہ سابقہ انبیاء ورسل اور ان کی کتب اور شریعتیں یہ عوامل و کوائف پورے کرنے سے قاصر رہی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ " كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَوَأَسْوَدَ " (9) یعنی: ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا تھا جبکہ مجھے تمام کالوں اور گوروں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اس حدیث میں چند حقائق بیان ہوئے ہیں۔

1) ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا۔
2) جس طرح اس کائنات میں بہت سی اقوام آباد ہیں اسی طرح بہت سے انبیاء ورسل بھیجے گئے۔
3) ہر نبی اپنی قوم کے لئے ہوتا ہے، دوسری اقوام عالم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔
4) جب کوئی نبی یا رسول اس کائنات سے رخصت ہوتا تو اس کی کتاب و شریعت بھی ختم ہو کر منسوخ ہوجاتی تھی۔
5) اس کے بعد نیا رسول مبعوث اور نئی شریعت نافذ ہوتی تھی۔

6) جبکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام سرخ، سفید اور سیاہ انسانوں کی طرف بھیجے گئے۔

7) یہی وہ ہستی ہیں جنہیں خاتم الانبیاء ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے اور ان کی نبوت، رسالت، شریعت اور کتاب قیامت تک نافذ رہے گی۔

جیسا کہ ایک اور حدیث نبوی ﷺ ہے: "اُرْسِلْتُ اِلی الخَلق کَافَة، وخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّون" (10) ترجمہ: "کہ مجھے پوری مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت تمام ہوا۔"

اس ہستی کو خالق کائنات نے تمام انسانوں کے لئے نمونہ عمل اور اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی نظام معتبر، موثر اور نافذ العمل نہیں ہوتا، جس کا نمونہ انسانوں کو میسر نہ ہو۔ واضح رہے کہ احکام مرقوم (Abstract) شکل میں ہوتے ہیں۔ اور نمونہ عمل انہیں عملی تعبیر وتشریح عطا کرتا ہے۔ کیونکہ نظریات، احکام اور اوامر ونواہی اس وقت تک مجہول، نامعلوم اور غیر معروف ہوتے ہیں۔ جب تک انہیں عمل کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے۔ بلکہ وہ ایسے فکری ہیولے قرار پاتے ہیں جن کے ساتھ عمل کی قدرت شامل نہیں ہوتی اس لئے تمام دینی شرائع کے ساتھ انبیاء اور رسولوں کی شکل میں عملی نمونے میں انسانوں کو فراہم کئے جاتے رہے۔

جب بھی انسانوں کو نمونے عمل کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے انسانوں کی بھرپور رہنمائی اور مدد کی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایزد تعالیٰ نے 313 کتب اور صحیفے اس طرح نازل فرمائے کہ ان کی بدولت جدید شریعتیں نازل ہوئیں، انسانوں کو نئے احکام حاصل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمان برداری کے نئے تقاضے وجود میں آئے اور پورے ہوئے اسی لئے جدید ضرورتوں اور انسانوں کو درپیش اطاعت الٰہی کے نئے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے 313 رسولوں کے ساتھ ساتھ بہت بڑی تعداد میں انبیاء بھی مبعوث فرمائے گئے۔ تاکہ تمام انسانوں کو انبیاء کی صورت میں نمونہ عمل میسر آتا رہے۔ چنانچہ یہ سنت الیہ رہی ہے کہ اس کائنات میں ایک وقت میں ایک ہی رسول بھیجا گیا۔ جبکہ بیک وقت کئی کئی انبیاء اس کائنات میں مبعوث ہو کر فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے اور انسانوں کو نمونہ عمل اور حقیقی عملی رہنمائی فراہم کرتے رہے تاکہ منشاء ایزدی پورا ہوتا رہے۔

فرداً فرداً انبیائے کرام کی دعوت و تبلیغ سے انسانیت توحید کی خوگر اور پیروکار ہو کر اتحاد کی لڑی میں پروئی گئی۔ مشیتِ ایزدی نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح انسانیت توحید پر یکجان اور ایک قالب ہو گئی ہے، اس طرح اسے ایک نبی اور اور ایک رسول پر بھی متحد کیا جائے۔ اس اتحاد کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ توحید تنہا انسانی نفوس پر وہ اثرات مرتب نہیں کرتی جو توحید و رسالت باہم مل کر اثر مرتب کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (11) یعنی "اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔" کے ذریعے سے یہ اعلانِ عام فرمایا کہ جس طرح چار دانگ میں توحید کا غلغلہ بلند ہوا ہے۔ اسی طرح رسالت کا علَم بھی سرابلند ہوتا رہے گا۔ جس طرح توحید کی سربلندی زمانی ومکانی حدود سے بالاتر ہے یہ مرتبہ ذکر رسالتؐ کو بھی حاصل رہے گا۔

رسالت کیا ہے؟ یوں تو فنی طور پر "رسول" وہ برگزیدہ ہستی ہوتی ہے جسے "اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ" (12) یعنی "اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے۔" کے مطابق اللہ تعالیٰ خود رسول منتخب کرکے مبعوث کرتا ہے یہ رسول اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ جلیل القدر انسان ہوتا ہے جسے بیک وقت نبوت، رسالت، جدید شریعت اور نئی کتاب عطاء ہوتی ہے۔ اس کی شریعت اور اس کے لائے ہوئے پیغام وحی (Revealed Massage) کو یہ ارفع مقام حاصل ہوتا ہے کہ یہ پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ انبیاء ورسل تک پہنچتا ہے اور وہ اسے انسانوں میں عام کرتے ہیں۔ اس لئے ہر رسول کا ایک طرف ایزد تعالیٰ سے براہِ راست تعلق ہوتا ہے اور دوسری جانب وہ انسانوں سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ان کی اصلاح کرتا ہے انہیں اپنے خالق حقیقی کے حضور سجدہ ریز کرتا ہے۔ نیز انہیں آخرت کے نجات کا سامان حاصل

کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب کی تعلیم و تبلیغ انبیاء کرام کے سپرد ہوتی ہے جو خود بھی اس شریعت کے پیروکار ہوتے ہیں اور وہ اسی کی تبلیغ کرتے ہیں۔

رسول در حقیقت اللہ تعالیٰ کا فرستادہ وہ نمونہ عمل ہوتا ہے جو اپنی لائی ہوئی شریعت پر خود عمل پیرا
ہوتا ہے اور وہ اپنے عمل کا نمونہ انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ اس نمونہ کو پرکھ کر اس کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا انسانوں کے لئے آسان ہو جائے۔ اس طرح انبیاء اور رسل انسانوں کے لئے نمونہ عمل قرار پاتے ہیں، جسے قرآن مجید "اسوہ حسنہ" جسے اعلیٰ الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ اس "أُسوہَ حسنہ" کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا" (13) یعنی: "بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہً (حیات) ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔" اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محتشم، نبی مکرم، رحمۃ للعالمین ﷺ اور شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان انسانوں کے لئے ایک کامل نمونہ قرار دیا ہے جو روزِ قیامت، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہیں اور کلمہ طیبہ کا بکثرت ورد کرتے اور اپنے خالق کی یاد میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت۔ قرآن مجید۔ تمہارے پاس ہے۔ اس کی تعلیمات سے مسلمان بخوبی واقف ہیں۔ لیکن قرآنی احکام پر عمل اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ان کے پاس عملی نمونہ موجود نہ ہو۔ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کے لئے عملی نمونہ (Role Model) کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔

اس آیت کریمہ میں دو مرکبات انتہائی اہم اور توجہ طلب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یوں تو اللہ تعالیٰ نے 313 رسول مبعوث فرمائے اور ان سب کی اتباع اور پیروی اپنے اپنے وقت میں ان کے مخاطبین پر لازم تھی۔ تاہم اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں جو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہیں، کیونکہ رسول اللہ کے مرکب کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ "مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" (14) یعنی: "محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔" چونکہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید سے بیان کرنا سب سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے "محمد رسول اللہ" کہہ کر نہ صرف اپنے آخری نبی کا ذاتی اسم مبارک ذکر کیا ہے۔ بلکہ اس امر کی بھی وضاحت کردی ہے کہ دینی ادب میں جس جگہ "رسول اللہ" کا مرکب اضافی استعمال ہوتا ہے وہاں صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی مراد ہوتی ہے۔ کوئی اور فرد، گروہ یا ادارہ مراد نہیں ہوتا۔

سورۃ الاحزاب کی اس آیت کا دوسرا اہم مرکب "أُسوۃ حسنۃ" ہے یوں تو یہ مرکب توصیفی چھوٹا سا ہے اور حسب قاعدہ صرف دو الفاظ پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ مرکب توصیفی اپنے اندر معانی، مطالب اور مفاہیم کا ایک سمندر سموئے ہوئے ہے۔ جس کی وسعتوں کی کوئی انتہاء نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین، محدثین، فقہا، سیرت نگاروں اور تاریخ دانوں نے اس مرکب توصیفی پر طویل بحثیں کی ہیں۔ نیز اہل لغت نے بھی اس مرکب اور خصوصاً لفظ "اُسوۃ" کے معانی و مطالب بیان کرنے کی قابل قدر کوششیں کی ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:۔

لفظ "اسوۃ" کو اُسْوَۃٌ اور اِسْوَۃٌ دونوں طریقوں سے پڑھا اور تلفظ کیا جاتا ہے۔ تاہم "اُسْوَۃٌ" زیادہ فصیح تصور کیا جاتا ہے۔ اسی لئے قران حکیم نے بھی یہ لفظ ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ریکارڈ کیا ہے اور یہ اسی طرح پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس لفظ کا لغوی معنی اور مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ جوہری رقم طراز ہیں: " الأُسوۃ والاِسوۃ " لغتان ماھی یتاسی بہ الحزین یتعزی بہ" (15) یعنی: "اُسوۃ اور اِسوۃ اس لفظ کے دو تلفظ ہیں جس کا معنی قدوہ، پیشوا اور امام کے ہوتے ہیں۔ اور صاحب الجامع الاحکام القرآن لکھتے ہیں: الأسوۃ القدوۃ. والأسوۃ ما يتأسى به ; أي يتعزى

به . فيقتدى به في جميع أفعاله ويتعزى به في جميع أحواله ; فلقد شج وجهه ، وكسرت رباعيته ، وقتل عمه حمزة ، وجاع بطنه ، ولم يلف إلا صابرا محتسبا ، وشاكرا راضيا" (16)

اسوہ کا معنی رہنما ہوتا ہے۔ نیز اس شخص کو اُسوہ قرار دیا جاتا ہے، جو حزیں قلوب کی تشفی کا باعث بنتا ہے نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا، آپؐ کے دندان مبارک شہید کئے گئے، حضور کے چچا کو شہید کیا گیا۔ آپ نے بھوک برداشت کی، لیکن ان تمام نامساعد حالات میں آپ صبر کرتے اور اپنا احتساب کرتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو کر اس کا شکر بجالاتے رہے۔

اسی طرح لسان العرب میں مرقوم ہے: ''الاسوة والاسوة القدوة'' یعنی: اُسوہ اور اِسوہ کا معنی رہنما، امام ہے اس سے نمونہ اور مقتدیٰ مراد ہوتا ہے۔ (17) یعنی پیشوا، رہنما، امام، مقتدی، ہادی اور نمونہ۔ ان لغوی مفاہم کی روشنی میں اس آیت مبارک کا مفہوم، منشایہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان انسانوں کے رہنما اور پیشوا ہیں، نیز ان کے لئے علی نمونہ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرتے اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ یوں تو یہ آیت کریمہ اپنے نزول کے لحاظ سے خاص ہے اور غزوہ احزاب کے تناظر اور پس منظر میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن اس کا منشاء اور منطوق عام ہے۔ اُسوۂ نبوی ﷺ میں ہر اس انسان کے لئے ہدایت کا مکمل سامان ب موجود ہے، جو توحید ربانی اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ یہ آیات مبارکہ غزوہ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی ہیں اور اس غزوہ کے مختلف واقعات اور امور میں سرکار دو عالم ﷺ کو نمونہ اور پیشوا گردانا گیا ہے۔ تاہم آپ کا مقتدیٰ اور ہادی و مرشد ہونا اس قدر عام ہے کہ وہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے اور انسانی زندگی کے تمام عناصر، پہلوؤں، زمانوں، مکانوں اور امور میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

اس مقام پر ایک اور نکتہ کی وضاحت کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مذکورہ قرانی آیت مبارکہ میں ''اُسوۃ حسنہ'' کا فیضان صرف ان افراد تک محدود دکھائی دیتا ہے۔ جو آخرت پر ایمان رکھتے اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتے ہیں۔ اس لئے ''اسوۃ حسنہ'' کا اطلاق انہی محدود افراد پر ہوتا ہے تمام انسان اس نعمتِ الٰہی سے مستفید نہیں ہو سکتے!

اس نظریہ کے ساتھ رحمت دو عالم ﷺ کے منصب رسالت کی ذمہ داریوں پر غور کریں تو ان دونوں میں تضاد (Contradictions) اور تصادم (Clash) دکھائی دیتا ہے کیونکہ خاتم الانبیاء والمرسلین کا رحمۃ للعالمین ہونا اس حقیقت کا عکاس ہے کہ آپؐ کی رحمت ہر خاص و عام کے لئے ہے۔ جس طرح آپؐ کی رحمت انسانوں کے لئے ہے اسی طرح آپؐ کی رحمت دیگر مخلوقات عالم کے لئے بھی ہے نیز آپؐ کی رحمت جیسے معلوم مقامات، زمانوں اور انسانوں کے لئے ہے۔ اسی طرح آپؐ کی رحمت نامعلوم مقامات، زمانوں اور انسانوں کے لئے بھی ہے۔ اس لئے آپؐ کی ذات، آپؐ کی تعلیمات، آپؐ کی رحمات وبرکات نیز آپؐ کی ہدایات کو انسانوں کے کسی ایک گروہ یا مخلوقات کے کسی ایک طبقے تک محدود کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ نیز ایسی رائے قائم کرنا قرآنی تعلیمات کے بھی منافی) بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری انسانیت کا رسول قرار دیا ہے۔ ''قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا'' یعنی: اے رسول آپ بتا دیجئے کہ اے انسانو! میں آپ سب کی طرف اس کا رسول ہوں) (18) نیز ''اسوہ حسنہ'' کا تعلق نہ صرف اوامر ونواہی سے ہوتا ہے۔ بلکہ وہ انسانی اعمال کی جزاء وسزا کا بھی آئینہ دار ہوتا ہے، کیونکہ قرآن حکیم یہ اعلان کرتا ہے ''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ'' (19) کہ آپؐ کی بعثت تمام انسانوں کے لئے ہے۔ آپؐ ہی خوش خبری سنانے والے، آپؐ ہی ڈرانے والے ہیں۔ نیز آپؐ کی اتباع اور پیروی ہی انسانی کامرانی اور ناکامی کی کلید ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ سورۃ الاحزاب میں جس ''اسوہ حسنہ'' کا بیان موجود ہے وہ انسانوں اور مسلمانوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس کی نہ صرف اتباع اور پیروی ان پر لازم ہے، بلکہ اس کا جاننا، اس کا سمجھنا اور اس کے احکام، تعبیرات، روح اور تقاضوں پر عمل کرنا بھی از بس ضروری ہے۔ اس لئے یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ''اسوہ حسنہ'' کیا ہے؟ اس کی وسعت

(Scope) کیا ہے ؟اور کیا اس کی حدود و قیود (Limitations) بیان یا متعین کی جا سکتی ہیں؟ ان تمام سوالوں کا تسلی جواب تحریر کئے بغیر یہ تحریر یقیناً ادھوری، نامکمل اور بے سود رہے گی۔

"اسوہ حسنہ "ایک مکمل نظام اور نمونۂ حیات ہے۔ یہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے یہ سب انسانوں کے لئے یکساں مفید اور قابل عمل ہے۔ یہ دائمی چشمۂ ہدایت ہونے کی وجہ سے زمان ومکان کی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔ یہ دنیا وآخرت کے مادی اور روحانی تمام میدانوں میں رہنمائی کا مصدر ومنبع ہے۔ اسوہ حسنہ کے تمام عناصر، تمام اعمال وافعال اور تمام معلومات خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ اسوہ حسنہ یہ ہر وہ عمل، قول، خُلق اور تمام شمائل وفضائل شامل ہوتے ہیں، جن کی نسبت آپؐ سے قائم ہو، جن کا ورود آپؐ سے ہوا ہو یا جس چیز کا تعلق کسی طرح بھی آپؐ کی ع ذات عالی سے ہو۔

اس لئے اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ "اُسوۂ حسنہ "کے مصادر کا ذکر کرتے ہیں تاکہ اُسوۂحسنہ کی مزید وسعت اور عمدہ وضاحت ہمارے سامنے آسکے۔ چنانچہ اُسوۂ حسنہ کے مآخذ میں یہ چیزیں شامل ہوتی ہیں: قرآن مجید، احادیث نبویہ، آپؐ کے اخلاق وشمائل، سیرت نبویؐ، آپؐ کی وہ روایات جو صحیح اسناد کے ساتھ اصحاب سے مروی ہیں۔ نیز کتب سیرت وتاریخ میں منقول صحیح روایات آپؐ کے ساتھ منسوب اشیاء، آپ کی خوراک، آپ کا جہاد، آپؐ کی استعمال کی اشیاء، آپؐ کے وصال کے بعد خواب میں رہنمائی فراہم کرنے والی صحیح روایات۔

اُسوۂ حسنہ کے مصادر میں ان واقعات (Events) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جو عہد رسالت میں وقوع پذیر ہوئے ہیں، کیونکہ ان واقعات اور حالات وکوائف کے حوالے سے بہت سے قرآنی آیات نازل ہوئیں اور یہ واقعات اسباب نزول کا اہم حصہ قرار پائے ہیں۔ چنانچہ آج بھی ماہرین قران ان اسباب نزول کو خصوصی درجہ عطا کرتے ہیں اور ان کی روشنی میں جدید احکام تلاش اور استخراج کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں (20) کیونکہ قرآنی آیات اگرچہ اپنے اسباب نزول سے وابستہ ہوتی ہیں، تاہم ان کے احکام اور اوامر ونواہی اس قدر عام ہوتے ہیں کہ وہ ہر جگہ اور ہر زمانہ کے لئے مفید اور قابل عمل ہوتے ہیں، بلکہ حالات وواقعات کی مماثلت، تبدیلی اور جدید امور کے وقوع پذیر ہونے سے ان آیات کے احکام مزید وسیع، موثر اور فائدہ مند قرار پاتے ہیں۔ اسی لئے دینی ادب میں ان تفاسیر کو اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ جو قرآنی آیات کا شان نزول، اس میں موجود احکام نیز ان احکام کی ابدیت، ابدی افادیت نیز جدید اور بدلتے ہوئے انسانی معاشروں میں ان کے قابل عمل ہونے پر روشنی ڈالتی ہیں۔

اس حقیقت سے سبھی مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ جس طرح قرآن حکیم اسلامی شریعت کا پہلا بنیادی ماخذ ہے اسی طرح سنت نبوی بھی اسلامی تعلیمات کا دوسرا بڑا اور اصلی مصدر ہے اور سنت مطہرہ میں رسول اللہ ﷺ کے سوانحی کوائف کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ جبکہ ظاہر ہے کہ کسی بھی بلند مرتبہ شخصیت کا سوانحی خاکہ ان حالات وکوائف اور واقعات سے عبارت ہوتا ہے جو اس شخصیت کے عہد میں وقوع پذیر ہوئے ہوں اور اس شخصیت کا ان واقعات سے براہ راست یا بالواسطہ تعلق قائم ہو یہی وجہ ہے کہ حیات رسول ﷺ کے واقعات کو اسلامی شریعت میں انتہائی اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے کیونکہ یہ واقعات ایک جانب سیرت نگاری کا بنیاد ماخذ ہیں تو دوسری طرف یہی واقعات سنت مطہرہ کا حصہ اور اُسوۂ حسنہ کا مغز قرار پاتے ہیں۔

جس طرح قرآنی آیت سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے اور قرآن مجید کی آیات احکام پر مستقل تصانیف بھی موجود ہیں۔ اسی طرح احادیث احکام بھی مسلمان اہل فکر ودانش کی توجہ اور دلچسپی کا میدان رہی ہیں اور اس میدان میں انہوں نے علمی طور پر طبع آزمائی کی ہے۔ یہ حقیقت بھی سبھی انسانوں پر عیاں ہے کہ حدیث نبوی میں ان تمام حوادث وواقعات اور حالات وکوائف کو شامل کیا جاتا ہے جو عہد رسالت میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ چاہے ان واقعات کا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ براہِ راست حصہ تھے یا ایسے واقعات آپؐ کی شرکت کے بغیر ہی وقوع پزیر ہوئے ہیں۔

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۱ کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات مسلمانوں کے لئے "اسوہ حسنہ" ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اسوہ حسنہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی حیات مبارکہ، آپؐ کے اقوال وافعال۔ آپؐ کی پسندیدہ اور مرغوب اشیاء آپ کے منظور کردہ امور، آپ کے عہد مبارک کے تمام حوادث واقعات، آپ کے اخلاق کریمہ، آپ کے فضائل وشمائل نیز آپ کی عادات وخصائل سبھی کچھ شامل ہوتا ہے جبکہ یہ امور ان واقعات اور حالات وکوائف سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں جو عصر نبوت میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ اس لئے عہد رسالت کے واقعات کو اسلامی شریعت میں خاص مقام حاصل ہے مفسرین محدثین، متکلمین، فقہاء، عربی زبان وادب کے ماہرین، مورخین، سیاست دان، ماہرین معاشیات، بین الاقوامی تعلقات کے مفکرین، اطباء، حکماء نیز سیرت نگار انہی حوادث واقعات سے استفادہ کرکے اپنے اپنے میدان میں رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ اور عظمت وشان واضح کرتے ہیں۔ اس لئے اسلامی تاریخ وتمدن میں ان واقعات کو اصلی مصدر معلومات کے طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے اور ان سے نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔

یہ امر بھی واضح ہے کہ جس طرح پورے قرآن مجید میں پانچ سو سے چھ سو تک آیات احکام ہیں اور ان سے مستنبط شدہ احکام پورے دین اسلام کا احاطہ کرتے ہیں۔ اسی طرح احادیث نبوی میں بھی ایک بڑا ذخیرہ احادیث احکام کا ہے۔ جن سے حلّت وحرمت، جائز وناجائز، اسلامی اور غیر اسلامی امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔ چونکہ اُسوۂ حسنہ درحقیقت قرآن مجید کی عملی تفسیر وتعبیر ہے، اس لئے حدیث نبوی میں عملی احکام کا وسیع تر ذخیرہ موجود ہے۔ جو نہ صرف اسلامی شریعت کے بنیادی ستون ہیں بلکہ وہ حالات وزمانہ کی تبدیلی کے وقت بھی مسلمانوں کو مکمل رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ نیز عہد نبوی ﷺ کے واقعات، ان واقعات کی جزئیات، ان واقعات کے حوالے رسالت مآب ﷺ کا اسوہ حسنہ نیز کسی بھی واقعہ کے حوالے سے سید المرسلین ﷺ کا عمل، قول، ردّ عمل، ہدایت، نصیحت، امر ونہی اور رہنمائی سبھی کچھ مسلمانوں کو رہنما اصول فراہم کرتا اور ان کے مستقبل کے مسائل ومشکلات کے لئے قندیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے مستقبل کی مشکلات کا حل تلاش کر سکتے ہیں اور وہ ایسا کرتے رہیں گے۔

عرب وعجم کے دانشوروں اور مفکرین نے اُسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کے متنوع پہلو متعارف کرائے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف سیرت طیبہ کے سوانحی، اخلاقی، معجزاتی، شمائلی اور احکامی پہلو اجاگر کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی بلکہ انہوں نے حیات طیبہ، سیرت مبارکہ اور اُسوۂ حسنہ پر اٹھائے جانے والے متنوع اعتراضات اور الزامات پر بھی تشفی بخش جوابات بھی تحریر کئے ہیں تاکہ سیرت طیبہ کا حقیقی تصور اور تشخص اُجاگر ہو۔ تاہم اُسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کا واقعاتی پہلو ابھی تک تشنہ ہے۔ اگرچہ سیرت کا واقعاتی پہلو بھی اسی طرح اہم ہے جس طرح اُسوۂ حسنہ کے دیگر پہلو سودمند ثابت ہوتے ہیں۔

جب ہم سیرت طیبہ کے واقعاتی پہلوؤں کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس وقت ہم وہ تمام واقعات، حوادث اور حالات وکوائف مراد لیتے ہیں۔ جو سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی حیات طیبہ میں وقوع پذیر ہوئے۔ ان واقعات کا تعلق قبل از بعثت نبوی ﷺ کے زمانہ سے ہو یا بعد از رسالت کے دور سے ہو۔ علاوہ ازیں ایسے واقعات مکہ مکرمہ میں وجود میں آئے ہوں یا مدینہ منورہ میں یا کسی اور مقام پر وقوع پذیر ہوئے ہوں، کیونکہ ایسے واقعات نہ صرف اسلامی شریعت میں یکساں اہمیت کے حامل ہیں بلکہ ان کی تمام جزئیات بھی محفوظ کی گئی ہیں۔ نیز ان تمام واقعات اور ان کی تمام تفاصیل سے شرعی احکام بھی حاصل کئے جاتے رہے ہیں اور ان کی اتباع اور پیروی بھی کی جاتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبیٰ ﷺ کی اطاعت، اتباع اور پیروی مسلمانوں پر لازم ہے آپ کی متعین کردہ راہ ہی صراط مستقیم ہے۔ آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہی مسلمان کا شیوہ ہے۔ آپؐ کے بتائے ہوئے اصول وقواعد ہی مسلمانوں کو دینوی کامیابی اور اخروی فلاح ونجات سے ہم کنار کرتے ہیں۔ قران حکیم کے متعدد اوامر اور ترغیبات مسلمان کو اس امر کا پابند بناتی ہیں کہ وہ اپنے خالق کی رضا اور خوشنودی اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا، جب تک وہ اس کے آخری نبی اور رسول ﷺ کی مکمل طور پر اطاعت نہیں کرتا۔ چنانچہ "قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي" (21) یعنی: "(اے حبیب!) آپ فرمادیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو" اور "مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ

اللہَ "(22)ترجمہ: "جس نے رسولؐ کا حکم مانا اس نے یقیناً اللہ کا حکم مانا" نیز" وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا "(23)ترجمہ: "اور جو کچھ تمہیں رسول عطافرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو" ایسے زبانی احکام ہیں۔ جن کی تعمیل ہر مسلمان پر لازم ہے، بلکہ ان احکام پر عمل کئے بغیر کوئی مسلمان اپنے خالق کی رضا حاصل نہیں کر سکتا جو اس کی زندگی کا اولین مقصد ہے۔ نیز خود صاحب لولاک ﷺ نے بھی یہ ارشاد فرمایا: لایؤمن احد کم حتی یؤمن ماجئت بہ من الھدیٰ" (24) نیز آپؐ نے انسانوں کو یہ تعلیم بھی دی۔" إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "(25)مزید یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ" وَمَن يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا یعنی: (اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا)" ان تمام دلائل وبراہین کی روشنی میں کوئی بھی بشر اسی وقت کامل مسلمان بن سکتا ہے۔ جب صاحب شریعت ﷺ کی مکمل اطاعت، اتباع اور پیروی کرے۔

اسوہ حسنہ ہو یا سیرت طیبہ ان کا خمیر واقعات ہی سے اٹھایا جاتا ہے۔ کبھی تو واقعات بذات خود حوالہ بنتے ہیں، جیسے واقعہ شق الصدر اور واقعہ معراج کبھی واقعات کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ واقعاتی عمل خود دہراتے ہیں، جیسے اعرابی کے وضو درست نہ کرنے پر نبی رحمت ﷺ نے اسے خود وضو کرکے دکھایا، کبھی واقعہ کے نتیجہ میں جامع الکلم ﷺ کوئی ارشاد فرماتے ہیں، جیسے: ''صلو کما رایتمونی اصلی(26) یعنی: "ایسے نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو" اور" خذوواعنی مناسکم" (27) یعنی: "مجھ سے اپنے لئے حج کے مناسک سیکھو۔" یہ ارشادات نبوی ﷺ اس وقت ارشاد فرمائے گئے۔ جب بعض مسلمانوں نے نماز کی ادائیگی اور وضو کرنے میں کوتاہی کی اور وہ شریعت اسلامی کی تعلیمات کے مطابق یہ اعمال سرانجام نہیں دے رہے تھے۔ بعض اوقات حیات نبوی ﷺ اور عصر رسالت میں ایسے واقعات بھی وقوع پذیر ہوئے، جن کی تائید یا حقیقت کے بارے میں قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ جیسے سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ" (28) یعنی: "اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آوازیں زیادہ بلند نہ کرو۔"، یا سورۂ نساء کی مشہور آیت مبارکہ "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ" (29) یعنی: "اے حبیب! تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حکم نہ بنائیں۔" مزید برآں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کے حوالہ سے معاشرے میں کوئی صورت جنم لیتی ہے، جس کی اصلاح ضروری ہوتی ہے، جیسے سورۂ نور کی آیت نمبر ۲۲ ہے۔ جس میں ان اصحاب کو تنبیہ کی گئی ہے جو واقعہ فدک کے نتیجے میں بعض نیک کاموں سے وست کش ہوگئے تھے۔ "وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ" (30) یعنی: "اور تم میں سے (دینی) بزرگی والے اور (دنیوی) کشائش والے (اب) اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ (اس بہتان کے جرم میں شریک) رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی امداد نہ) دیں گے۔" یہ تمام انواع واقسام کے واقعات، اسلامی شریعت میں حجت شمار کئے جاتے ہیں۔ نہ صرف تمام حوادث نبوی اور واقعات عہد رسول ﷺ سے استفادہ کرکے اسلامی شریعت کے اصول ومبادی اور قواعد واحکام کا استنباط کیا جاتا ہے، بلکہ انہیں اُمت مسلمہ کی مشکلات کا حل تلاش کرنے کے لئے بھی بروئے کار لایا جاتا ہے۔

یوں تو تمام واقعات سیرت، اسلامی شریعت کا مصدر ومنبع قرار پاتے ہیں اور اسی طرح وہ سبھی حوادث انسانی زندگی بسر کرنے کے لئے دائمی رہنمائی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ تاہم اپنی نوعیت، کیفیت کمیت اور نُدرت کی وجہ سے ایسے واقعات زیادہ اہم ہیں۔ کیونکہ ان سے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی اور رہنمائی ملتی ہے۔ اگرچہ اُسوۂ حسنہ سے متعلق ان واقعات میں جزوی اختلاف، تاریخی تضاد اور باہمی عدم موافقت بھی پائی جاتی ہے اور ان واقعات میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا کرنے کی انسانی کاوشیں تاحال بارآور ثابت نہیں ہو سکیں، تاہم ان نزاعات، اختلافات اور تضادات کے باوجود نہ حوادث سیرت کی صحت سے کوئی انکار کرتا ہے نہ ہی اسلامی شریعت میں ان کی اہمیت پر کوئی کلام ہے اور نہ ہی ان

واقعات کے شرعی مقام و مرتبہ سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ سب واقعات سیرت، زمینی حقائق اور واقعاتی حقیقت ہیں۔ اس لئے ان کی روح، ان کے پیغام اور ان کے وسیلہ ہدایت ہونے کی وجہ سے ان سے انسانی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہمیشہ استفادہ کیا جاتا رہے گا۔

ذیل میں چند واقعات اُسوۂ حسنہ اور حوادث سیرت کی نشان دہی کی جاتی ہے جن کا تفصیلی تجزیاتی اور تحلیلی مطالعہ کرنے اور ان کی جزئیات کی جدید تشریح و تعبیر پیش کرنے سے انسانی زندگی کے متنوع اور متعدد مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ یہ واقعات اپنے وقوع پذیر ہونے کے لحاظ سے زمانی ترتیب (CHRONOLOGICAL ORDER) سے مرتب کئے گئے ہیں۔

ولادت باسعادت، واقعہ حلف الفضول، خانہ کعبہ کی تعمیر، صادق وامین ہونا، از دواج مبارک، اہل مکہ کی ریشہ دوانیاں اور نبوی استقلال، ہجرت مدینہ، مؤاخات کا نظام، بیعت کی حقیقت، مسجد نبوی کی تعمیر، شق الصدر، معراج النبی، میثاق مدینہ، غزوات و سرایا، تبلیغ اسلام کی تدابیر، خطبۃ حجۃ الوداع، تبلیغ الشاہد الغائب، وصال النبی ﷺ، غیر مسلموں سے تعلقات اور پیغام کی ابدیت۔ (31)

یہ واقعات سیرت انسانی زندگی کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں، جن کی مکمل فہرست تو اس جگہ پیش نہیں کی جاسکتی تاہم بعض امور کی اس لئے نشان دہی کی جارہی ہے کہ اس اہم اور انسانی موضوع پر کام کرنے والے دانشوروں اور محققین کے لئے تحقیق کی نئی راہیں کھل سکیں۔

(۱) اُسوۂ حسنہ کی دینی اہمیت، (۲) اُسوۂ حسنہ کی آئینی اور دستوری ضرورت، (۳) اُسوۂ حسنہ کی ریاستی فضیلت، (۴) اُسوۂ حسنہ اور انتظامی امور، (۵) اُسوۂ حسنہ کی علمی، سائنسی اور فنی رہنمائی، (۶) اُسوۂ حسنہ کی شخصیتی، اجتماعی اور ریاستی ضرورت (۷) اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں ثقافتی اور تہذیبی مقام، (۸) اسلامی اقتصادیات میں اُسوۂ حسنہ کی تعلیم، (۹) بین الاقوامی اور بین الریاستی تعلقات میں اُسوۂ حسنہ کی ضرورت اور رہنمائی (۱۰) انسانی زندگی میں انقلاب برپا کرنے میں اُسوۂ حسنہ کا حصہ، (۱۱) حقوق انسانی اُسوۂ حسنہ کے تناظر میں (۱۲) امن عالم اور اُسوۂ حسنہ (۱۳) اقلیتوں کے لائحہ عمل اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں (۱۴) اُسوۂ حسنہ اور تاریخی حقائق (۱۵) اُسوۂ حسنہ انسانیت کی معراج (۱۶) نامعلوم خطوں کے لئے اُسوۂ حسنہ کی رہنمائی (۱۷) اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں صنعتی ترقی، (۱۸) انسانیت کے نام اُسوۂ حسنہ کا پیغام (32)۔

یہ نمونے کے طور پر پیش کردہ چند موضوعات ہیں۔ جن میں معتدبہ اضافہ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ جس طرح انسانی زندگی کے موضوعات لامحدود ہوتے ہیں اور ان کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی، اسی طرح اُسوۂ حسنہ میں بے پناہ وسعت، انقلاب آفرین پیغامات اور انسانی فلاح و بہبود کے لئے شفا بخش تعلیمات موجود ہیں جو ابدی بھی ہیں، مفید بھی ہیں، قابل عمل بھی ہیں اور انسان کی مادی اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل اور دنیا اور آخرت کے امور کا احاطہ بھی کرتی ہیں۔

جب اُسوۂ حسنہ اور ہماری زندگی کا مطالعہ صرف انسانی نقطہ نظر سے کیا جائے تو اس کا نہج کچھ یوں ہوگا۔

1. حیات رسول ﷺ کے چیدہ چیدہ واقعات منتخب کئے جائیں جو اپنے شعبہ کی نمائندگی کرتے ہوں اور ان میں انسانیت کے لئے رہنمائی اور دروس موجود ہوں۔

2. ہر واقعہ کو اس کی تمام جزئیات اور روایات کے تنوع کے ساتھ اس طرح بیان کیا جائے کہ اس کے تمام اجزاء نکھر کر سامنے آجائیں اور اس واقعہ کا کوئی حصہ مخفی نہ رہے۔

3. زیر مطالعہ واقعہ کے حوالے سے انسان کے عصری مسائل اور موجودہ مشکلات کی اس طرح نشان دہی کی جائے کہ زیر بحث موضوع پر عہد رسالت سے لیکر عصر حاضر تک کے انسان کو جن مسائل کا سامنا ہورہا ہے، وہ سب مسائل کھل کر واضح ہو جائیں کیونکہ سابقہ پندرہ صدیوں میں علوم و فنون نے بے پناہ ترقی کی ہے اس ترقی کے حوالے سے مطالعات سیرت مفقود رہے ہیں۔

4. عصر حاضر کو سائنس اور فنی ترقی کا دور قرار دیا جاتا ہے۔ اس عہد کی فکری اور فنی ترقی بظاہر اسلامی تعلیمات سے متصادم اور متضاد معلوم ہوتی ہے۔ اس مسئلہ پر اُسوۂ حسنہ کی فراہم کردہ روشنی سے استفادہ کیا جائے تاکہ عصری ایجادات کو انسانی فلاح و بہبود کے لئے بروئے کار لایا جا سکے۔

5. عصری ترقی فنی، سائنسی اور علمی ترقی کی معراج یا اوج کمال نہیں ہے یہ سلسلہ مستقبل میں بھی اپنی پوری قوت سے جاری رہے گا۔ اسلام چونکہ دین انسانیت ہے اور وحی کے پیغام "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" (33) کی رو سے اسے تمام ادیان پر غالب آنا ہے۔ اس لئے اُسوۂ حسنہ سے مستقبل کے انسان کے لئے روشنی تلاش کی جانی چاہیے۔

6. چونکہ اُسوۂ حسنہ مصدر رشد وہدایت ہے، یہ ہدایت مسلمانوں کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ یہ ہدایت پوری انسانیت کا ورثہ ہے۔ اس لئے واقعات سیرت سے اس بارے میں بھی استفادہ کیا جائے کہ وہ کس حد تک انسانیت کے لئے مفعت بخش سود مند اور قابلِ عمل ہیں۔

7. اس کائنات میں انسان کو جو مسائل اور مشکلات درپیش ہیں وہ سیاسی، معاشی، سماجی، ثقافتی، اخلاقی اور تمدنی شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ ہر انسان کو اپنی زندگی میں ان سب شعبوں کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نیز اُسوۂ حسنہ کا دائرہ کار بھی انسانی زندگی کے تمام زاویوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس لئے واقعات سیرت اور ان کی جزئیات سے ان تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر مسائل کا حل تلاش کرنا چاہیے۔

8. اس وقت انسان مختلف سیاروں اور ستاروں پر کمند ڈالنے کا عزم مصمم کئے ہوئے ہے اور اسے بعض کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں اور وہ مزید کامرانیوں کے حصول کے لئے تگ ودو کر رہا ہے۔ جبکہ بعض دینی حلقے ایسا ہونے کو محال قرار دے رہے ہیں۔ لیکن واقعات سیرت میں واقعہ معراج اس امر کا عکاس ہے کہ انسان زمین کے علاوہ دیگر سیاروں اور ستاروں پر کمند ڈال سکتا ہے۔ آیہ مجیدہ "أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (34) یعنی: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے ان تمام چیزوں کو مسخّر فرمادیا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔" اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ انسان ایک دن دیگر سیاروں کو بھی اپنے کام میں لائے گا۔ اس لئے واقعات سیرت کا حقیقی مطالعہ سائنسی ایجادات، فنی اکتشافات اور جدید فلکی معلومات کے سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

اس تحلیلی اور توسیعی مطالعہ سے کئی جدید حقائق منکشف ہو سکتے ہیں کہ اُسوۂ حسنہ کے واقعات کوئی وقتی حادثہ یا ساکت جامد سانحات نہیں ہیں کہ وہ اپنے وقت میں وقوع پذیر ہو کر ہوا میں تحلیل ہو گئے ہیں اور ان کے انسان زندگی پر کوئی اثرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ اس کے برعکس واقعات سیرت ایک ایسی تابندہ حقیقت اور ایک ایسا زندہ منبع اور مصدر ہیں جس سے ہمیشہ استفادہ کرکے انسانی مسائل و مشکلات کا حل تلاش کیا جاتا رہے گا۔ نیز واقعات سیرت ایک ایسی سچائی ہیں جن سے اُسوۂ حسنہ کا خمیر اٹھایا جاتا ہے جو انسانی ترقی اور ایجادات کا نہ صرف قابل اعتبار ذریعہ ہیں بلکہ وہ انسان کو جدید عالم تلاش کرنے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔

واقعات سیرت کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ جس طرح قرآن حکیم نے انسانی تخلیق کے مقاصد میں تسخیر کائنات کو مقدم قرار دیا ہے تاکہ خالق و مخلوق کے تعلقات حقیقی بنیادوں پر استوار ہوں، اسی طرح اُسوۂ حسنہ بھی انسان کو اشرف المخلوقات ثابت کرنے اور کون و مکان کو اس کے تابع بنانے کے لئے یہی سائنسی منہاج scientific method) (اپنانے کی انسان کو تعلیم دیتا ہے۔

حوادث سیرت کے تفصیلی تجزیہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہو گی کہ ان واقعات کا کس قدر مواد حقیقی اور اصلی ہے۔ جو عہد رسالت میں وقوع پذیر ہوئے ہیں اور ان واقعات کا کونسا مواد الحاقی ہے جسے بعد کے ادوار میں ان واقعات کا حصہ بنادیا گیا ہے۔ ایسے کرتے ہوئے ہم نہ صرف

حقیقی سیرت طیبہ کو فروغ دیں گے، بلکہ واقعات سیرت کی صحت، ان کی روحانی قوت اور عملی صورت کو بھی کما حقہ واضح کر سکیں گے جو ہمارا پہلا مقصد اور مطالعہ سیرت کی معراج ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے یہ حقیقت پیش کرنے کی کوشش کی کہ واقعات سیرت ایسی زندہ حقیقیت ہیں۔ جن سے استفادہ کرکے انسانی زندگی کے مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔ یہ واقعات ایسا عملی نمونہ ہیں، جن پر سدا عمل ہی نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ ان سے انسانی زندگی کے عصری اور مستقبل کے مسائل و مشکلات کو کم کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ نیز ان کے گہرے مطالعہ سے انسان کے فکری، سائنسی، فنی، روحانی اور ترقی کے موضوعات کو جلا بخشی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ حسنہ کے متعلق ایسے مطالعات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

*****

حوالہ جات

1۔ قرآن مجید۔ طہٰ : ۷۴

2۔ قصص: ۵۶

3۔ الاعراف: ۱۷۲

4۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ فأبواہ یھودانہ أو یمجسانہ أو ینصرنہ مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

5۔ بقرہ: ۲۰۱

6۔ بقرہ: ۲۹

7۔ لقمان: ۲۰

8۔ الرعد: ۷

9۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر ۵۲۱

10۔ ابن حیان، صحیح ابن حیان حدیث نمبر ۲۳۱۳

11۔ الم نشرح: ۴

12۔ الانعام: ۱۲۴

13۔ الاحزاب: ۲۱

14۔ فتح: ۲۹

15۔ الجوہری، صحاح تحت المادہ:

16۔ القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن تحت الآیہ

17۔ منظور افریقی لسان العرب تحت المادہ۔

18 ۔ اعراف: ۱۵۸

19۔ سباء: ۲۸

20۔ قرآن مجید کی سورہ یوسف کی آخری آیت۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (بے شک ان کے واقعات سے اہل فکر و دانش کی آنکھیں کھلتی ہیں) کی رو سے انبیاء علیہم کے قصوں یہ واقعات سے اہل علم عبرت حاصل کرنے اور ان سے استفادہ کرکے اپنے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔

21۔ آل عمران: ۳۱

22۔ نساء: ۸۰

23۔حشر: ۷

24۔بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۸۳۴۔۱۸۳۵

25۔ بخاری، حدیث ۶۸۴۹۔کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: (بُعِثتُ بجوامع الکلم)

26۔یہ حدیث واقعاتی اہمیت کی دلیل ہے۔ صحیح بخاری

27۔ سنن کبریٰ اضبهت۔اس حدیث میں بھی عہد نبوی کے واقعات پر عمل کرنے کا حکم ہے۔

28۔حجرات: ۲

29۔نساء: ۶۵

30۔نور: ۴۲

31۔یہ سب واقعات عہد نبوی میں وقوع پذیر ہوئے اور سیرت طیبہ کے سوانحی ادب کی تمام کتب میں مذکور ہیں۔

32۔چند موضوعات بغور نمونہ تحریر کئے گئے ہیں تاہم یہ فہرست بہت طویل ہے ان موضوعات پر اہل علم کو توجہ دلوانا مقصود ہے۔

33۔سورۂ صف: ۹

34۔لقمان: ۲۰۔